ربیع الاول ۱۴۰۱ھ میں پاکستان ٹیلیویژن پر پیش کیا جانے والا سلسلۂ تقاریر

رسول کامل ﷺ

مقرر : ڈاکٹر اسرار احمد

(۷)

اندرونِ عرب انقلابِ نبوی کی تکمیل

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔ اما بعد

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ﴾

(الانفال : ۳۹)

"اور ان کافروں سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورا کا پورا اللہ کے لئے ہو جائے"۔

دار الہجرت یعنی مدینہ منوّرہ میں نبی اکرم ﷺ کے ورودِ مسعود کی تاریخ ۸ ربیع الاول سن ۱۳ نبوی ہے' جو سن عیسوی کے مطابق ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء قرار پاتی ہے۔ یہ سمجھنا بہت بڑی غلطی ہے کہ ہجرت کے نتیجے میں نبی اکرم ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کوئی گوشۂ عافیت میسر آ گیا تھا۔ واقعہ اس کے بالکل برعکس یہ ہے کہ ہجرت کے بعد سے نبی اکرم ﷺ کی جدّوجُہد شدید تر مراحل میں داخل ہوئی۔ آپؐ کی حیاتِ طیّبہ کے (ہجرت کے بعد کے) دس سال میں ایک بھرپور' ہمہ جہتی اور مکمل انقلابی جدّوجہد اپنے تمام اطراف و جوانب اور تقاضوں کے ساتھ نظر آتی ہے۔ چنانچہ مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد آپؐ کی جدّوجہد کے تین اہم گوشے ہماری نگاہوں کے سامنے آتے ہیں۔

سب سے پہلے یہ کہ آپؐ کا مثبت کام جو قرآن حکیم کی اس آیت میں واضح کیا گیا کہ :

﴿ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾

اس کے حدود وسیع تر ہو گئے۔ چنانچہ ایک جانب ایک آزاد مسلمان معاشرہ جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو عطا فرما دیا اس کی تطہیرِ افکار اور تعمیرِ کردار کا فریضۂ منصبی ہے جو بجائے خود

ایک سخت مشکل اور صبر آزما کام ہے۔ دوسری طرف آپؐ کی دعوت و تبلیغ کی حدود کی توسیع ہے جس کے نتیجے میں ایک نئی ضرورت سامنے آئی کہ ایسے لوگوں کی ایک جماعت تیار کی جائے جو نبی اکرم ﷺ کی صحبت سے اس درجے فیض یافتہ ہوں اور تعلیم و تربیتِ نبویؐ سے اس درجہ حصّہ پاچکے ہوں کہ پھر انہیں عرب کے اطراف و جوانب میں پیغامِ محمدی ﷺ کی نشر و اشاعت کے لئے بھیجا جاسکے۔ چنانچہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ان دونوں کاموں کے لئے حضور ﷺ نے مدینہ منورہ تشریف لاتے ہی سب سے پہلے قبا میں مسجد تعمیر فرمائی اور پھر مدینے کے مرکز میں مسجدِ نبویؐ کی تعمیر کا آغاز فرمایا۔ یہ گویا کہ عملی تفسیر ہے اس آیۂ مبارکہ کی جو سورۃ الحج میں اذنِ قتال والی آیت کے فوراً بعد آتی ہے کہ :

﴿ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ (الحج : ۴۱)

"یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں گے تو وہ نماز قائم کریں گے' زکوٰۃ دیں گے' نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے"۔

گویا یہ وہ فرضِ منصبی ہے کہ جس کی جانب محمدؐ رسول اللہ ﷺ ہمہ تن متوجہ ہو گئے۔

دوسری جانب مدینہ منورہ میں جو ایک آزاد مسلمان حکومت قائم ہوئی جو ابتداءً تو ایک چھوٹی سی شہری ریاست تھی' لیکن جسے حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ ہی کے دوران عرب کے اطراف و جوانب تک وسیع ہونا تھا اور جسے آئندہ ایک اسلامی ریاست کے لئے پیش خیمہ اور نمونہ بننا تھا' اس کے ضمن میں واقعہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے تدبّر اور حسنِ تدبیر' معاملہ فہمی' پیش بینی اور آپؐ کے حسنِ انتظام کے جو مظاہر سامنے آتے ہیں آنجناب ﷺ کے تمام سیرت نگار خواہ وہ آپؐ کے ماننے والے ہوں یا آپؐ کی رسالت کے منکر ہوں اور یہ انکار دشمنی کی حدود تک پہنچ گیا ہو' سب نے اس کا اعتراف کیا ہے اور کھلے دل کے ساتھ کیا ہے۔ چنانچہ منٹگمری واٹ نبی اکرم ﷺ کے حسنِ تدبیر کو جن شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین ادا کرتا ہے واقعہ یہ ہے کہ شاید ہی نسلِ آدم کے کسی اور شخص کے لئے ان الفاظ کو استعمال کیا گیا ہو۔ اس ضمن میں نبی اکرم ﷺ نے کمال حسن تدبیر سے کام لیتے ہوئے سب سے پہلے یہود کے تینوں قبیلوں سے معاہدے کر لئے اور انہیں اُس قول و قرار

میں جکڑ لیا جن کی بنا پر وہ کبھی بھی نبی اکرم ﷺ کی مخالفت سامنے آکر نہ کر سکیں۔

ایک دوسرا عنصر جو مدینہ منورہ کی چھوٹی سی اسلامی ریاست اور چھوٹے سے اسلامی معاشرے میں یہود کے زیر اثر پروان چڑھ رہا تھا' وہ منافقین کا گروہ تھا' جو ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتا۔ یہ مارِ آستین تھے جو اندر سے حملے کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ ایک طرف اپنے مثبت کام میں مصروف ہیں جو دعوت اور تعلیم و تزکیہ کا کام ہے' دوسری طرف مدینہ ہی کے اندر یہود اور منافقین کی سازشوں سے عہدہ برآ ہو رہے ہیں اور تیسری طرف ہے آپؐ کا اصل محاذ جس کی جانب ارشاد ہوا اِس آیۂ مبارکہ میں جس سے آج گفتگو کا آغاز ہوا تھا۔

﴿ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ﴾

جزیرہ نمائے عرب میں اللہ کے دین کو عملاً نافذ کرنے کے لئے ضروری تھا کہ اب آں حضرت ﷺ کی جانب سے بھی اقدام ہو۔ قتال کا مرحلہ شروع ہو رہا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے قریش حملہ آور ہوتے ہیں اور ۲ ہجری میں ایک ہزار کا لشکرِ جرّار آتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ مجلسِ مشاورت منعقد فرماتے ہیں کہ ایک طرف تو شام سے قافلہ آرہا ہے جو مالِ تجارت سے لدا پھندا ہے اور اس کی حفاظت کے لئے صرف ۱۵۰ اشخاص ہیں' دوسری طرف ایک لشکر ہے جو مکّہ سے چلا آرہا ہے' اب لوگو مشورہ دو کہ ہمیں کدھر کا قصد کرنا چاہئے؟ یہ اصل میں آپؐ نے ایک انتہائی ماہر سپہ سالار کی حیثیت سے اپنے ساتھیوں کے حوصلے (morale) کا اندازہ کرنے کی تدبیر فرمائی تھی۔

بعض حضرات نے بربنائے طبع بشری اس خیال کا اظہار کیا کہ ہمیں پہلے قافلے کا رُخ اختیار کرنا چاہئے' لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے وہ لوگ جو نبی اکرم ﷺ کے مزاج شناس تھے انہوں نے یہ بھانپ لیا کہ حضور ﷺ کا قصد کدھر ہے۔ چنانچہ جان نثاروں کی تقریریں ہوئیں۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور! ہمیں آپ اصحابِ موسیٰ پر قیاس نہ فرمائیں جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کورا جواب دے دیا تھا کہ :

﴿ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۝ ﴾

(المائدة : ۲۴)

"پس آپ اور آپ کا رب جا کر جنگ کریں، ہم تو یہاں بیٹھے ہیں"۔
آپؐ اللہ کا نام لے کر جدھر بھی آپؐ کا قصد ہو ارشاد فرمائیں، کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو ہمارے ذریعے سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمادے۔ حضور ﷺ کو خاص طور پر انصار کی طرف سے رائے کا انتظار تھا۔ چنانچہ اس کو بھانپ کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ رئیسِ خزرج کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ حضور ﷺ ! اِنَّا اٰمَنَّا بِكَ وَصَدَّقْنَاكَ ہم آپؐ پر ایمان لا چکے ہیں، ہم نے آپؐ کی تصدیق کی ہے۔ اب ہمارے لئے کون سا اختیار رہ گیا ہے۔ آپ ﷺ جدھر کا بھی ارادہ ہو بسم اللہ کیجئے۔ اگر آپؐ برک الغماد تک جانے کا حکم دیں تو ہم جائیں گے اور ان شاء اللہ ہم اس سے گریز نہ کریں گے۔ آپؐ ہمیں سمندر میں چھلانگ لگانے کے لئے فرمائیں تو ہم دریغ نہیں کریں گے۔ یہ تھے جان نثارانِ محمد ﷺ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

بدر کے میدان میں جنگ ہوئی۔ ایک جانب ۳۱۳ کا بے سرو سامان اسلامی لشکر ہے جس کے ساتھ صرف دو گھوڑوں پر مشتمل رسالہ ہے اور دوسری جانب ایک ہزار کا غرقِ آہن لشکرِ جرّار ہے۔ لیکن اللہ نے لشکرِ اسلام کو فتح عطا فرمائی اور اس دن کو "یوم الفرقان" بنا دیا۔ یعنی یہ فیصلے کا دن ہے! آج معلوم ہو گیا کہ صداقت کس کے ساتھ ہے، اللہ کی حمایت کسے حاصل ہے! لیکن یہ فتح جو بدر میں اللہ نے عطا فرمائی اگلے ہی سال ایک دوسرے امتحان کی تمہید بن گئی۔

۳ ہجری میں پھر قریش نے حملہ کیا۔ اس مرتبہ تین ہزار کا لشکرِ جرّار آیا اور اس بار مسلمانوں کو اپنی جماعت کے متعلق پہلی مرتبہ احساس ہوا کہ اس میں سب ہی مؤمنینِ صادقین نہیں ہیں، بلکہ مارِ آستین بھی اب ایک اچھی خاصی تعداد میں شامل ہو چکے ہیں جنہیں منافقین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، جنہوں نے بر وقت دغا دی اور عبداللہ بن اُبَی کُل ایک ہزار کے لشکر میں سے ۳۰۰ اشخاص کو لے کر واپس مدینے لوٹ گیا۔ یہ جنگ جو دامنِ اُحد میں لڑی گئی اللہ تعالیٰ نے اس کو اہلِ ایمان کے لئے ابتلاء و آزمائش اور ان کی تربیت اور تزکیہ کا ایک بہت بڑا ذریعہ بنا دیا۔ اس میں مسلمانوں کو اپنی ایک غلطی کی وجہ سے ابتداءً کسی قدر شکست سے بھی دو چار ہونا پڑا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالِ فضل سے

بالآخر مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔

دو سال بعد غزوۂ احزاب ہوتا ہے' جو غزوۂ خندق بھی کہلاتا ہے۔ اب بارہ ہزار کا لشکرِ جرّار مدینہ منورہ پر حملہ آور ہے۔ بعض روایات میں تعداد اس سے بھی زائد آئی ہے۔ محاصرہ ہوا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے حضور ﷺ نے محصور ہو کر اور خندق کھود کر دفاع کرنے کی تجویز پر عمل کیا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ غزوہ اہلِ ایمان کے لئے بہت بڑا امتحان ثابت ہوا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کفار کے لشکر کی صورت میں جو آندھیاں آئی تھیں وہ اللہ کی بھیجی ہوئی آندھیوں سے ایسے ختم بھی ہو گئیں' لیکن اس کے دوران اہلِ ایمان کا پورا امتحان ہو گیا' اور اہلِ نفاق کا نفاق بھی پورے طور پر عیاں اور ظاہر ہو گیا۔ غزوۂ خندق میں جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیابی عطا فرمائی تو حضور ﷺ نے جن کا دستِ راست حالات کی نبض پر تھا' مسلمانوں کو یہ خبر دی تھی کہ یہ آخری بار ہے کہ قریش تم پر چڑھ آئے تھے۔

لَا تَغْزُوْكُمْ قُرَيْشٌ بَعْدَ عَامِكُمْ هٰذَا وَلٰكِنَّكُمْ تَغْزُوْنَهُمْ

اب اقدام (initative) تمہارے ہاتھوں ہو گا' اب پیش قدمی تم کرو گے۔ چنانچہ ٦ ہجری میں اپنے ایک خواب سے بشارت پا کر' اور یہ معلوم رہے کہ نبی کا خواب بھی وحی ہوتا ہے' نبی اکرم ﷺ نے عمرے کی نیت سے مکّہ مکرمہ کا سفر کیا جس کے نتیجے میں صلح حدیبیہ واقع ہوئی۔ اگرچہ عمرہ اس سال حضور ﷺ نہ کر سکے' وہ دوسرے سال ہوا' لیکن اس صلح حدیبیہ کو اللہ تعالیٰ نے فتح عظیم قرار دیا :

﴿ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ﴾

حدیبیہ میں بظاہر احوال آنحضور ﷺ نے کچھ دب کر صلح کی تھی' لیکن واقعہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے تدبّر کا یہ شاہکار ہے جس کی توثیق وحی آسمانی نے کی کہ یہ فتح مبین ہے۔ اس لئے کہ اس کے بعد حضور ﷺ کو دو سال کا عرصہ ایسا ملا کہ جس میں گویا کہ قریش کے ہاتھ بندھ گئے تھے۔ اب میدان میں کوئی مزاحمت نہ تھی۔ ایک طرف تو اس صلح نے پورے عرب کے سامنے یہ بات روشن کر دی کہ قریش نے محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو تسلیم کر لیا ہے۔ یہ گویا کہ ایک طرح کی recognition تھی۔ گویا مان لیا گیا تھا کہ

اب آنحضور ﷺ اور مسلمان ایک طاقت ہیں (They are a power to reckon with) اب ان کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ چنانچہ پورے عرب میں آنحضور ﷺ کی دھاک بیٹھ گئی۔ دوسرے قریش کے ہاتھ بندھ گئے اور گویا کہ حضور ﷺ کے ہاتھ پوری طرح کھل گئے۔ آپؐ کا دعوتی اور تبلیغی سلسلہ پورے دو سال کے دوران اپنے عروج پر پہنچ گیا۔ اصحابِ صُفّہ کی وہ جماعت جو تعلیم و تربیتِ نبویؐ سے تیار ہو رہی تھی اس کو بکثرت وفود کی شکل میں تبلیغ کے لئے عرب کے کونے کونے میں بھیجا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دعوتِ محمدیؐ جنگل کی آگ کی طرح پورے عرب میں پھیل گئی۔

اس صورت حال کو دیکھ کر اور کچھ قریش نے خود اپنی غلطی کو محسوس کرتے ہوئے ایک عاجلانہ اقدام کے ذریعے صلح کو ختم کر دیا۔ اس کے بعد ان کے مدبّر رہنما ابوسفیان جو اُس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے' انہوں نے حالات کے رخ کو پہچان کر پوری کوشش کی کہ اس صلح کی تجدید ہو جائے' لیکن نبی اکرم ﷺ کا دستِ مبارک جس طرح حالات کی نبض کو ٹٹول رہا تھا اس سے یہ بات آپؐ کے سامنے بالکل عیاں تھی کہ اب کسی صلح کا دوبارہ کرنا گویا کفر اور شرک کو ایک تازہ مہلتِ زندگی (fresh lease of existence) دینا ہے۔ لہٰذا آپؐ نے صلح کی اس کوشش کو قبول نہیں فرمایا اور آپؐ نے ۸ ہجری میں دس ہزار جان نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیّت میں مکّے کی طرف پیش قدمی کی اور اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو ایک فاتح کی حیثیت سے اس شہر میں کل آٹھ سالوں کے اندر اندر داخل کر دیا جہاں سے آٹھ سال قبل آنحضور ﷺ اپنی جان بمشکل بچا کر نکل سکے تھے۔ ﴿ ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ﴾ فتح مکہ کے فوراً بعد طائف کے قبائل کی طرف سے ایک آخری کوشش ہوئی۔ اس کو یہ سمجھا جانا چاہئے کہ عرب میں کفر اور شرک کی طرف سے یہ آخری ہچکی تھی۔ غزوۂ حنین کی شکل میں یہ مقابلہ ہوا۔ ابتداءً وہاں مسلمانوں کو اپنی کثرتِ تعداد کے پیش نظر جو کچھ زعم ہو گیا تھا اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں کچھ سبق پڑھانے کے لئے شکست سے دوچار کیا' لیکن بالآخر نبی اکرم ﷺ کی شجاعت نے رُخ پھیر دیا جو اس وقت انتہائی شان کے ساتھ اس طرح ظاہر ہوئی کہ آپؐ اپنی سواری سے اترے' آپؐ نے عَلم اپنے ہاتھ میں لیا اور آپؐ نے یہ رجز پڑھا۔

(باقی صفحہ ۴۴ پر)